© rasailojaraid.com

قرآن مجید، تورات اور انجیل میں

ایمان وعمل کا تصوّر

ایک تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر الطاف احمد اعظمی (علیگ)

قرآن مجید کا بیان ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک تھا مثلاً ایک جگہ فرمایا :-

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ	اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے وہی دین
مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا	مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم
إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ	دیا تھا اور جسے ہم نے بذریعۂ وحی تمہاری
وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا	طرف بھی بھیجا ہے۔ اور ہم نے ابراہیم، موسیٰ
الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ	اور عیسیٰ کو اسی کا حکم دیا تھا (اور کہہ دیا تھا کہ
(شوریٰ : ۱۳)	اس) دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرق نہ ہو جاؤ۔

انبیاء و رسل کا یہ دین دراصل عبارت تھا چند اصول و اعمال سے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں ان اصول و اعمال کا نام ایمان اور عمل صالح ہے۔ زیر نظر مضمون میں دنیا کے تین بڑے مذاہب یعنی اسلام، یہودیت اور عیسائیت کی کتب مقدسہ میں ایمان وعمل کا جو تصور پایا جاتا ہے اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ترتیب زمانی سے قطع نظر کرکے ہم نے پہلے قرآن مجید اور اس کے بعد تورات اور انجیل کے تصور ایمان وعمل کو پیش کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کا تصوّرِ ایمان وعمل

قرآن مجید کے تصور ایمان وعمل کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لغوی معانی پر ایک نظر ڈال لیں۔

ایمان کے لغوی معنی

ایمان کے اصل لغوی معنی امن دینے کے ہیں لیکن صلوں (صلہ "با" و"لام") کے استعمال سے اس کے معانی کا دائرہ وسیع ہوگیا ہے، چنانچہ اب یہ تصدیق، اقرار وتسلیم اور اعتماد و ایقان کے معنی میں مستعمل ہے۔ علامہ حمید الدین فراہیؒ نے اس کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ایمان کی اصل امن ہے۔ ایمان کے معنی اعتماد کے ہیں۔ اسی سے 'امن بہ' ہے جس کے معنی ہیں صدقہ وایقن بہ۔ ایمان اور ایقان میں فرق ہے۔ ایمان تصدیق وتسلیم کو کہتے ہیں اور اس کی ضد تکذیب، جحود اور کفر ہے۔ اور ایقان کی ضد ظن اور شک ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جس نے یقین کیا اس نے تصدیق بھی کی بلکہ بسا اوقات آدمی تکبّر اور جوشِ مخالفت میں اس چیز کی بھی تکذیب کر دیتا ہے جس کا اس کو یقین ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی حکایت میں فرمایا ہے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (النمل ۱۳-۱۴) (پس جب ان کے پاس ہماری آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں آئیں انھوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے) اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جو ایمان لایا اسے یقین بھی حاصل ہوگیا۔ کبھی آدمی غلبۂ ظن کی حالت میں ایمان لاتا ہے پھر خدا کی توفیق سے وہ حالت ظن سے نکل جاتا ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایمان، ایقان ہی سے کامل ہوتا ہے۔ تو گویا ایمان کے دو جزو ہیں: علم اور تسلیم، اور ان دونوں کے کامل ہونے سے ایمان بھی کامل ہوتا ہے۔

'امن لہ'، 'اذعن لقولہ'، 'امنہ'، 'اعطاہ الامن'۔ یہی اصل لغوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معنی ہیں۔ عبرانی میں یہ لفظ قدیم الاستعمال ہے۔ امن کے معنی صدق و اعتماد کے ہیں اور اسی سے ایمان و تصدیق کے الفاظ نکلے ہیں اور اسی سے آمین کا لفظ بھی نکلا ہے جس کے معنی تصدیق کے ہیں۔ قرآن مجید نے ہم کو اس کی فروعات سے بھی آگاہ کیا یعنی یہ کہ ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ اللہ پر توکل کرے (الانفال۔۲) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (الانفال ۲) (اور جب اس کی آیتیں ان کو سنائی جائیں) تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کریں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھیں) اسی طرح ایمان جزم و اعتقاد سے عبارت ہے اس لیے لازماً وہ صاحب ایمان کو عمل کے لیے اکساتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (البقرہ: ۳)

ایمان کے اجزائے ترکیبی

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ایمان کے اجزائے ترکیبی کا ذکر آیا ہے، مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ (البقرہ: ۲۸۵)

جو کچھ اللہ کی طرف سے اس کے رسولوں کے پاس بھیجا گیا ہے وہ اس پر ایمان رکھتا ہے اور مومنین بھی سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم رسولوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ (البقرہ: ۱۷۷)

نیکی اس کا نام نہیں کہ تمہارا رخ مشرق کی طرف ہو یا مغرب کی طرف۔ بلکہ اللہ، یوم آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر..... ایمان رکھنا ہی اصل نیکی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایمان کے بنیادی اجزا دراصل تین ہیں توحید، رسالت اور آخرت۔کتب سماویہ اور ملائکہ پر ایمان، ایمان بالرسل کا جزو ہے کیونکہ رسالت پر ایمان اسی صورت میں مکمل ہوگا جب ان دو متعلقہ امور پر بھی ایمان لایا جائے۔ احادیث میں ایمان بالقدر کو بھی اجزائے ایمان میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ فی الواقع ایمان باللہ کا جزو ہے اس لیے قرآن مجید میں اس کو ایک علیحدہ جزو کی حیثیت سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔

اس مضمون میں اجزائے ایمان پر تفصیلی گفتگو ممکن نہیں ہے اس لیے یہاں صرف چند آیات قرآنی پیش کروں گا جن سے توحید، رسالت اور آخرت کا قرآنی مفہوم بڑی حد تک واضح ہو جائے گا۔

توحید:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)	اور کہہ دو کہ ہر حمد و ستائش اس اللہ کے لیے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کی سلطنت میں کوئی شریک ہے اور نہ کسی کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائی بیان کرو۔

رسالت:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (اعراف: ۱۸۸)	کہہ دو کہ میں خود اپنے نفع و نقصان کا مطلق اختیار نہیں رکھتا۔ سب کچھ اللہ کی مشیت کے تابع ہے۔ اگر میں غیب کا علم رکھتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچتا۔ میں تو صرف ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لائیں۔

آخرت:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۝ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ	تمہیں کیا معلوم کہ روز جزا کیا ہے، ہاں تمہیں کیا معلوم کہ روز جزا کیا ہے۔ روز جزا وہ ہے کہ جس دن کوئی آدمی کسی آدمی کے کچھ کام نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَالۡاَمۡرُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰہِ ۝ (انفطار: ۷ تا ۱۹)

آسکے گا اور جس دن فیصلہ کا اختیار صرف خدا کے ہاتھ میں ہوگا۔

حقیقتِ ایمان

ایمان کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ اقرار زبان کا نام ہے یعنی جس نے زبان سے اجزائے ایمان کا اقرار کرلیا وہ مومن ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ ایمان یعنی تصدیق کے تین درجے ہیں۔ اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی دل کے پورے یقین کے ساتھ اجزائے ایمان کو تسلیم کرلے۔ اس کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جن امور کی صداقت کو قلب و دماغ نے تسلیم کرلیا ہے اس کا زبان سے بھی اقرار کیا جائے اور ایمان کا تیسرا درجہ سمع وطاعت کا ہے یعنی زبان سے اقرار ایمان کے بعد خدا اور اس کے رسول کے حکموں پر حتی المقدور عمل بھی کیا جائے۔ ان تین درجات سے گزرنے کے بعد ہی ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ جو شخص زبان سے اقرار ایمان کے بعد اس کے مقتضیات پر عمل نہیں کرتا وہ قرآن مجید کے نزدیک صحیح معنوں میں مومن نہیں ہے، ایک جگہ فرمایا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ (بقرہ: ۸)

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے) اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

اس آیت میں جن لوگوں کو زبان سے اقرار ایمان کے باوجود مومن تسلیم نہیں کیا گیا ہے وہ یہودیوں کا ایک گروہ تھا۔ اس نفی ایمان کی وجہ ان کے اعمال تھے جو اس بات کی کھلی شہادت دیتے تھے کہ ان کا دعوئ ایمان محض زبانی ہے۔

قرآن مجید نے اس سلسلے میں اہلِ ایمان کا جو وصف بیان کیا ہے وہ ان کے قول و فعل کا تطابق ہے۔ وہ زبان سے دین کے جن اصولوں (ایمان) کی صداقت کا اعتراف کرتے ہیں ان کے لازمی تقاضوں پر بھی حتی الوسع عمل کرتے ہیں بالفاظ دیگر ان کی زندگیاں سمع وطاعت سے مزین ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے۔

اِنَّمَا کَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (النور : ۵۱)

بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اہل ایمان کی صدا یہی ہوتی ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی یہی لوگ فی الواقع کامیاب و بامراد ہیں۔

عمل صالح

ایمان کی طرح یہ بھی قرآن مجید کی ایک اہم اصطلاح ہے۔ قرآن مجید میں اس اصطلاح کے مختلف مواقع استعمال پر غور وفکر کے بعد اس کا جو مفہوم سمجھ میں آتا ہے اسے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

لفظ صالح صلاح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اسی سے اصلاح کا لفظ مشتق ہے۔ قرآن مجید نے اس کے بالمقابل جو لفظ استعمال کیا ہے وہ فساد ہے، مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (اعراف: ۵۶) زمین میں اصلاح کے بعد فساد پیدا نہ کرو۔

فساد کے اصل معنی عدل وقسط کی راہ چھوڑ دینے کے ہیں اس لیے لازماً صلاح کے معنی عدل و قسط یا دوسرے لفظوں میں اعتدال و توازن کی راہ پر قائم رہنے کے ہوئے۔ قرآن مجید نے جہاں اصلاح کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں اس حقیقت کو کھول دیا ہے، مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے:

فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ (حجرات : ۹)

پس اگر وہ گروہ (یعنی زیادتی کرنے والا گروہ) باز آجائے تو ان دونوں کے معاملات کو عدل کے ساتھ درست کردو اور (دیکھو) اس صلح وصفائی میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

صلاح اور اصلاح کے اس قرآنی مفہوم کے مطابق کہا جاسکتا ہے کہ ہر وہ اچھا عمل، عمل صالح ہے جو عدل وقسط یعنی اعتدال وتوسط کے دائرے میں رہ کر کیا جائے اور ہر وہ عمل جو اعتدال و توسط کی حدود سے متجاوز ہو، عمل غیر صالح ہے خواہ وہ عمل بجائے خود کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ اسراف وتبذیر کو قرآن مجید نے شیطانی عمل قرار دیا ہے (بنی اسرائیل : ۲۶) اس لیے کہ مال خرچ کرنے کی یہ دو انتہائی حالتیں ہیں حالانکہ فی نفسہٖ مال خرچ کرنا ایک فعل محمود ہے۔ اسی طرح اس نے بخل کو عمل غیر مستحسن ٹھہرایا ہے کیونکہ مال خرچ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کرنے کی یہ ایک انتہائی حالت کا نام ہے۔

عمل صالح کے اس مفہوم کے ساتھ یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ روزِ آخرت خدا کے نزدیک صرف وہی عمل صالح مستحق اجر قرار پائے گا جو صرف اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے کیا گیا ہوگا۔

ایمان و عمل میں تلازم ہے

اجزائے ایمان کے ذکر میں یہ بات سامنے آچکی ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک زبان سے ایمان کے اقرار کے بعد اس کے مقتضیات پر عمل ضروری ہے۔ متعدد آیات سے ایمان و عمل کے اس لازمی تعلق کا اظہار ہوتا ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ٥ (مائدہ: ۵۵)	بے شک تمہارا حامی و ناصر تو بس اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:

طٰسٓ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ ٥ ھُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ٥ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ٥ (نمل: ۱تا۳)	طٰسٓ، یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں، ہدایت اور بشارت ان مومنین کے لیے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ایمان و عمل صالح میں اسی نوع کا ربط و تعلق پایا جاتا ہے جو ایک درخت کی جڑ اور اس کے تنے اور شاخوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک اچھے درخت کی پہچان یہ ہے کہ اس کی جڑیں زمین کی گہرائی میں پیوست ہوں اور اس کے تنے اور شاخیں فضا کی پہنائیوں میں کھلے ہوئے ہوں۔ اگر درخت کی جڑ موجود ہے لیکن اس میں تنے اور شاخیں نہ ہوں تو اس پر درخت کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور اس کا وجود مخلوق خدا کے لیے بے فائدہ ہے۔ اور اگر جڑ ہی موجود نہ ہو تو پھر درخت کے تنے اور اس کی شاخوں کا وجود بھی ناممکن ہے بالکل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی معاملہ ایمان اور عمل صالح کا بھی ہے۔ ایمان کے بغیر عمل صالح اور عمل صالح کے بغیر ایمان کا تصور ممکن نہیں ہے۔

ایمان اور عمل صالح کی جزا

مزید براں قرآن مجید میں ایک سے زیادہ مقامات پر ایمان اور عمل صالح کی جزا جنت کی لذتیں اور نعمتیں بتائی گئی ہیں اور ہر جگہ اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ جنت ان اہلِ ایمان کا حصہ ہے جو ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی رکھتے ہوں مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے:۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ	لائے اور اچھے عمل کیے کہ بے شک ان کے لیے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (البقرہ: ۲۵)	باغات ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے
طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ○ (رعد: ۲۹)	لیے خوش خبری ہے اور اچھا ٹھکانا ہے۔

ایمان اور عمل صالح کی ایک دوسری جزا قرآن حکیم نے استخلاف فی الارض (زمینی حکومت) بتایا ہے۔ مثلاً ارشاد ہوا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے اور اچھے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	عمل کریں گے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ	انھیں زمین کی خلافت عطا کرے گا جس طرح ان
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور: ۵۵)	سے پہلے کے لوگوں کو خلافت عطا کی ہے۔

آج کل مسلمانوں کے ذہن سے اس دنیوی جزا کا تصور تقریباً نکل چکا ہے اور ان کی ایک بڑی تعداد جس میں علماء اور عوام دونوں شامل ہیں عیسائیوں کی "آسمانی بادشاہت" پر راضی ہو چکی ہے اور اس کے حصول کے لیے انہی راہوں پر گام زن ہے جن پر عیسائی سرگرم سفر رہ چکے ہیں۔ کچھ لوگ بلاشبہ "آسمانی بادشاہی" کے ساتھ "زمینی بادشاہی" کی بھی بات کرتے ہیں لیکن انھوں نے اس کے حصول کے لیے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے یہ حاصل ہوتی نظر نہیں آتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس زمینی بادشاہی کے حصول کا جو راستہ قرآن مجید نے بتایا ہے اسی راستے پر چل کر اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے استخلاف فی الارض سے متعلق جو آیت نقل کی جا چکی ہے ٹھیک اس سے متصل آیات میں دنیا کے اندر حکومت و اقتدار کے استحقاق کی شرائط بیان فرمائی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ٥ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ (نور: ۵۵-۵۶)	میری اطاعت و بندگی کریں گے اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں گے (یعنی میری اطاعت میں کسی اور کو ذرہ برابر بھی شریک نہ کریں) اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کی روش اختیار کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ اور (اے مسلمانو!) نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیات بتاتی ہیں کہ دنیا کے اندر حکومت و بادشاہی کا حصول بعض شرائط کی تکمیل پر منحصر ہے۔ یہ شرائط بھی فی الواقع استخلاف فی الارض کی بنیادی قرآنی شرط 'ایمان اور عمل صالح' ہی کی توضیح کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ شرائط درج ذیل ہیں:۔

(۱) خدا کی مکمل اطاعت جس میں غیر اللہ کی اطاعت کا ادنیٰ شائبہ نہ ہو۔

(۲) اقامت صلوٰۃ۔

(۳) ایتاء زکوٰۃ۔

(۴) اطاعت رسول۔

انہی مذکورہ شرائط کی تکمیل کے بعد صدر اول کے مسلمانوں کے ساتھ وعدۂ الٰہی پورا ہوا اور وہ ایک عظیم الشان زمینی بادشاہی کے مالک بنے اور آج انہی شرائط کی عدم تکمیل کی وجہ سے مسلمان نہ صرف اس نعمتِ خداوندی سے محروم ہیں بلکہ بہت سی جگہوں پر کفار و مشرکین کے غلام بن کر ذلت و نکبت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ اوپر جن قرآنی شرائط کا ذکر ہوا ان میں سے کوئی شرط بھی ایسی نہیں ہے جس کو مسلم قوم فی الجملہ پوری نہ کر رہی ہو: وہ خدا کو مانتی ہے، نماز پڑھتی ہے، زکوٰۃ دیتی ہے اور اس کی زبان پر ہر جگہ خدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول کا چرچا سنا جاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وعدۂ الٰہی ظہور میں نہیں آتا؟

لیکن استخلاف فی الارض کے قرآنی تقاضے صرف اسی سے پورے نہیں ہوتے۔ استخلاف فی الارض کے وعدۂ الٰہی کا ظہور میں نہ آنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ ہم استخلاف فی الارض کے قرآنی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ سوال یہ ہے کہ! آج کتنے مسلمان خدا کی اطاعت اس طرح کر رہے ہیں کہ اس میں کسی اور کی اطاعت شامل نہ ہو۔ مقابر و مشاہد کی رونقیں، مذہبی پیشواؤں کی غیر مشروط اطاعت و عقیدت کیشی (اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ انھوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ کو چھوڑ کر رب بنا رکھا ہے۔ توبہ:۳۱) اور ہوائے نفسانی کی اندھی پیروی کے دل خراش مناظر (اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ..... کیا تم نے اس شخص کا حال بھی دیکھا جس نے اپنی خواہشات نفس ہی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ الجاثیہ:۲۳) ہمارے دعوائے توحید سے میل نہیں کھاتے۔

دوسری قرآنی شرط اقامت صلوٰۃ ہے۔ اس مہتم بالشان دینی فریضہ کی کیفیت یہ ہے کہ آج یہ ایک جسدِ بے روح ہو کر رہ گئی ہے اور اس کی پابندی رسم پرستی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔ اقامت صلوٰۃ کا خدا کے قوانین کی اطاعت و فرماں برداری اور معاشرے کی تنظیم سے جو گہرا تعلق ہے اس کا مسلمانوں کی زندگیوں میں نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔

تیسری شرط ایتاء زکوٰۃ کی ہے۔ اس سلسلہ میں جانے کس طرح یہ تصور جڑ پکڑ گیا ہے کہ یہ فریضہ صرف طبقۂ امراء کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ مسلمانوں کا سواد اعظم غرباء و مساکین کی امداد و اعانت اپنی ذمہ داریوں میں محسوب نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج نظام زکوٰۃ کا کہیں وجود تک نہیں ہے۔ اس کی جگہ عام طور پر عربی مدارس نے لے لی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے دل سے نظام زکوٰۃ کے قیام کا احساس تک رخصت ہو چکا ہے۔

چوتھی شرط کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان اس پر بڑی حد تک عمل پیرا ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور آپ کے بعد آپ کی سنتوں پر عمل کر کے اس کا حق بھی ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن آیت بالا میں یہ بات جس سیاق و سباق میں کہی گئی ہے اس کے تقاضے اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرو اور اس کے معاً بعد کہتا ہے کہ رسول کی اطاعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کروجس سے یہ تعلیم مقصود ہے کہ صلوٰۃ وزکوٰۃ کا نظام ایک امیر کی رہنمائی اور اطاعت ہی سے متشکل ہوسکتا ہے۔ جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے مسلمانوں نے آپ کی اطاعت و رہنمائی میں صلوٰۃ وزکوٰۃ کے نظام کو مثالی طور پر قائم کیا، آنحضورؐ کے بعد آپ کے خلفاء نے اس اجتماعی نظام کو برقرار رکھا اور ان میں کسی نوع کی تفریق نہ ہونے دی لیکن اس عہد زریں کے بعد آہستہ آہستہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا نظام امیر المسلمین کے دائرہ فرائض سے باہر ہوتا گیا اور بالآخر یہ نظام کے بجائے انفرادی اعمال عبادت میں تبدیل ہوکر رہ گیا۔ مسلمان ایک امام کی اقتدار میں نماز جماعت کے ساتھ تو ضرور پڑھتے رہے لیکن اس سے حاصل ہونے والے اجتماعی سبق کو انھوں نے پورے طور پر بھلادیا ہے۔ یہی وجہ ہے جو پانچ وقت کی باجماعت نمازیں ان کے اندر اجتماعیت کی کوئی کسک پیدا نہیں کرتیں۔ کہ وہ اس کے شیرازے میں کس کر خدا کی خوشنودی کے ساتھ دنیا کے اندر اپنی بہتری احوال کا سامان کریں۔ کون نہیں کہے گا کہ مسلمان امت استخلاف فی الارض کے عظیم منصب کا استحقاق اس کے بعد ہی کرسکے گی۔

عمل غیر صالح کی جزا

قرآن مجید میں عمل غیر صالح کی جو سزا بیان کی گئی ہے وہ دنیوی اور اُخروی دونوں طرح کی سزاؤں پر مشتمل ہے اور اس سے بھی اس کی وسعت وجامعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے:

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (زمر: ۲۶)	پس اللہ نے ان کو اس دنیوی زندگی میں بھی رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ بڑا (اور سخت) ہے کاش یہ جانتے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۱۱۴)	ان کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے ایک بڑا عذاب ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعمال غیر صالحہ کی دنیوی سزاؤں میں افلاس و غربت، امراض و بلائیں۔ جان و مال کا نقصان، خوف وحزن، ظالم و مستبد حکمرانوں کا تسلّط، فرقہ بندی اور باہم عداوت و خوں ریزی وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید میں ان تمام سزاؤں کا ذکر آیا ہے جو اس کا صاف اشارہ ہے کہ ایمان کی طرح اعمال صالحہ کا قرآنی تصور کوئی محدود اور جامد چیز نہیں۔ بلکہ اس کے تقاضے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اور ان کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ کی کوتاہی مسلمان امت کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ کی موجب ہے۔

تورات میں ایمان و عمل کا تصور

ایمان و عمل کے اس وسیع قرآنی تصور کے بعد آیئے کتب سابقہ کی روشنی میں ایمان کے اجزاء ترکیبی کا جائزہ لیں۔ تورات کی ابتدائی پانچ کتابوں یعنی پیدائش [۳۳]، خروج، احبار، گنتی، اور استثناء میں ان اجزاء میں سے صرف خدائے واحد پر ایمان لانے کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً کتاب خروج میں ہے:

"خداوند تیرا خدا جو تجھے ملک مصر اور غلامی کے گھر سے نکال لایا، میں ہوں ٥ میرے حضور تو غیروں کو معبود نہ ماننا ٥ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے ٥ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔" [۳۴]

کتاب خروج کے اسی باب میں آگے چل کر فرمایا:

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا تو بنی اسرائیل سے یہ کہنا کہ تم نے خود دیکھا کہ میں نے آسمان سے تمہارے ساتھ باتیں کیں ٥ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا یعنی چاندی، سونے کے دیوتا اپنے لیے نہ گھڑ لینا۔" [۳۵]

توحید کے اس تصور کے ساتھ دوسری چیز جو ہم کو تورات میں ملتی ہے وہ احکام و آئین کا اتباع ہے۔ متعدد مقام پر اہل کتاب سے صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ اگر وہ خدا کے احکام و قوانین کا سچے دل سے اتباع کریں گے تو وہ اور ان کی اولاد خدا کے لطف و کرم سے سرفراز ہوگی، اور اگر خدا کے حکموں کو توڑیں گے اور سرکشی و شرک میں مبتلا ہوں گے تو اس کے قہر و غضب کا شکار ہو کر پامال اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پست و ذلیل ہو جائیں گے۔ کتاب استثنا میں خوف خدا اور احکام پر عمل کرانے کی تلقین ان لفظوں میں کی گئی ہے:

"اور جب تم مجھ سے گفتگو کر رہے تھے تو خداوند نے تمہاری باتیں سنیں تب خداوند نے مجھ سے کہا کہ میں ان لوگوں کی باتیں جو انھوں نے تجھ سے کہیں، سنی ہیں۔ جو کچھ انھوں نے کہا ہے ٹھیک کہا۔ کاش ان میں ایسا ہی دل ہوتا کہ وہ میرا خوف مان کر ہمیشہ میرے سب حکموں پر عمل کرتے تاکہ سدا ان کا اور ان کی اولاد کا بھلا ہوتا"۔[۵۶]

دوسرے موقعہ پر کہا گیا ہے:

"اور تو اپنے بیٹوں اور پوتوں سمیت خداوند اپنے خدا کا خوف مان کر اس کے تمام آئین اور احکام پر جو میں تجھ کو بتاتا ہوں زندگی بھر عمل کرنا تاکہ تیرا بھلا ہو اور تم خداوند اپنے باپ دادا کے خدا کے وعدہ کے مطابق اس ملک میں جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے، نہایت بڑھ جاؤ"۔[۵۷]

اسی طرح استثنار باب میں فرمایا:

"اس لیے جو فرمان اور آئین اور احکام میں آج کے دن تجھ کو دیتا ہوں تو ان کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ○ اور تمہارے ان حکموں کو سننے اور ماننے اور ان پر عمل کرنے کے سبب سے خداوند تیرا خدا بھی تیرے ساتھ اس عہد اور رحمت کو قائم رکھے گا۔ جن کی قسم اس نے تیرے باپ دادا سے کھائی ○ اور تجھ سے محبت رکھے گا اور تجھ کو برکت دے گا اور بڑھائے گا"۔[۵۸]

نیز یہ کہ:

"اور تو اپنے دل میں خیال رکھنا کہ جس طرح آدمی اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتا ہے ویسے ہی خداوند تیرا خدا تجھ کو تنبیہ کرتا ہے ○ سو تو خداوند اپنے خدا کی راہوں پر چلنا اور اس کا خوف مان کر اس کے سب حکموں پر چلنا"۔[۵۹]

تورات کے مطلوبہ احکام و قوانین کیا تھے اس کی کسی قدر تفصیل بھی اس کے صفحات میں موجود ہے۔ جیسا کہ کتاب خروج میں ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"میں خداوند تیرا خدا ہوں جو تجھے ملک مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا ۝ تم میرے سوا کسی کو اپنا معبود نہ بنانا ۝ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے پانی میں ہے ۝ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں ۝ جو مجھ سے نفرت کرتے ہیں میں ان کے گناہوں کی سزا ان کی اولاد سے تیسری اور چوتھی نسل تک لیتا ہوں ۝ اور جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میرے حکموں پر چلتے ہیں میں ان سے محبت کرتا ہوں ہزار نسلوں تک لطف و محبت کے ساتھ ۝ تم خداوند اپنے خدا کی قسم فضول نہ کھانا کیونکہ خدا فضول اور جھوٹی قسمیں کھانے والے کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑتا ۝ سبت کے دن کا احترام کرو ۝ تم چھ دن اپنے سب کام اور خدمت کرو، لیکن ساتواں دن خدا کا دن ہے اس دن تم کوئی کام نہ کرو اور نہ ہی تمہارے لڑکے لڑکیاں، تمہارے غلام، تمہاری لونڈیاں اور نہ ہی تمہارے گھریلو جانور اور نہ وہ اجنبی جو تمہارے یہاں مقیم ہو ۝ چھ دنوں میں خداوند نے زمین اور آسمانوں کو اور سمندروں کو اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا اور ساتویں دن اس نے آرام کیا ۝ تم اپنے ماں باپ کا احترام کرو ممکن ہے کہ خدا تمہیں بھی زمین پر لمبی عمر عطا کرے ۝ تم کسی کو قتل نہ کرو ۝ زنا نہ کرو ۝ چوری نہ کرو ۝ جھوٹی گواہی نہ دو اپنے ساتھی کے خلاف ۝ تم اپنے پڑوسی کے گھر، اس کی بیوی، اس کی لونڈی، و غلام، اس کے بیل بھیڑوں میں سے کسی چیز کی بھی خواہش نہ کرو"۔ [۱۱]

یہ احکام، احکام عشرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہی احکام ہیں جو لوح موسیٰؑ پر کندہ تھے اور کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کو عطا کیے گئے تھے اور بنی اسرائیل کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ ان سے سر مو انحراف نہ کریں گے۔ جس کا اندازہ حضرت موسیٰؑ کی اس تقریر سے کیا جا سکتا ہے۔ قوم بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"لعنت اس آدمی پر جو کاریگری کی صنعت کی طرح کھودی ہوئی یا ڈھالی ہوئی مورت بنا کر جو خداوند کے نزدیک مکروہ ہے، اس کو کسی پوشیدہ جگہ پر نصب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے اور سب لوگ جواب میں کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو اپنے ماں یا باپ کو حقیر جانے اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو اپنے پڑوسی کی حد کے نشان کو ہٹائے اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو اندھے کو راستے سے گمراہ کرے اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو پردیسی کے مقدمہ کو بگاڑے اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو کسی چوپائے کے ساتھ جماع کرے اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو اپنی بہن کے ساتھ مباشرت کرے خواہ وہ اس کے باپ کی بیٹی ہو اور خواہ ماں کی، اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو اپنی ساس کے ساتھ مباشرت کرے اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو بے گناہ کو قتل کرنے کو انعام لے اور سب لوگ کہیں آمین ۰ لعنت اس پر جو شریعت کی ان باتوں پر عمل کرنے کے لیے ان پر قائم نہ رہے اور سب لوگ کہیں آمین ۰"[۱۱]

تورات میں اعمال کی جزاو سزا کا تصوّر خالص دنیوی ہے۔ احکام کے ذکر میں اس کی چند مثالیں گزر چکی ہیں، ایک مزید اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"اور اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات کو جانفشانی سے مان کر اس کے سب حکموں پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں احتیاط سے عمل کرے تو خداوند تیرا خدا دنیا کی سب قوموں سے زیادہ تجھے سرفراز کرے گا، اور اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات سنے تو یہ سب برکتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو ملیں گی ۰ شہر میں بھی تو مبارک ہوگا اور کھیت میں بھی مبارک ہوگا ۰ تیری اولاد اور تیری زمین کی پیداوار اور تیرے چوپایوں کے بچے یعنی گائے بیل بڑھیں گے اور تیری بھیڑ بکریوں کے بچے مبارک ہوں گے ۰ تیرا ٹوکرا اور تیری کھٹوتی دونوں مبارک ہوں گے، اور تو اندر آتے وقت مبارک ہوگا اور باہر جاتے وقت مبارک ہوگا ۰ خداوند تیرے دشمنوں کو جو تجھ پر حملہ کریں تیرے روبرو شکست دلائے گا۔ وہ تیرے مقابلہ کو تو ایک ہی راستے سے آئیں گے مگر تیرے آگے سات سات راستوں سے بھاگیں گے ۰ خداوند تیرے انبار خانوں میں اور سب کاموں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں جن میں تو ہاتھ لگائے گا برکت دے گا۝ اگر تو خداوند اپنے خدا کے حکموں کو مانے اور اس کی راہوں پر چلے تو خداوند اپنی قسم کے مطابق جو اس نے تجھ سے کھائی، تجھ کو اپنی پاک قوم بنا کر رکھے گا۔ اور دنیا کی سب قومیں یہ دیکھ کر کہ تو خداوند کے نام سے کہلاتا ہے تجھ سے ڈر جائیں گی۔ ۱۲؎

مزید یہ کہ:

"لیکن اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات سن کر اس کے سب احکام اور آئین پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں عمل نہ کرے تو یہ سب لعنتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو لگیں گی۝ شہر میں بھی لعنتی ہو گا اور کھیت میں بھی تو لعنتی ہو گا۝ تیرا ٹوکرا اور تیری کٹھوتی دونوں لعنتی ٹھہریں گے۝ تیری اولاد اور تیری زمین کی پیداوار اور تیری گائے بیل کی بڑھتی اور تیری بھیڑ بکریوں کے بچے لعنتی ہوں گے۝ تو اندر لعنتی ٹھہرے گا اور باہر جاتے بھی لعنتی ٹھہرے گا۝ خداوند ان سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے گا لعنت، اضطراب اور پھٹکار کو تجھ پر نازل کرے گا جب تک کہ تو ہلاک ہو کر نیست و نابود نہ ہو جائے۔ یہ تیری ان بداعمالیوں کے سبب ہو گا جن کو کرنے کی وجہ سے تو مجھ کو چھوڑے گا۝ خداوند ایسا کرے گا کہ وبا تجھ سے لپٹی رہے گی جب تک کہ وہ تجھ کو اس ملک سے جس پر قبضہ کرنے کو تو وہاں جا رہا ہے، فنا نہ کر دے۝ خداوند تجھ کو تپ دق، بخار، سوزش اور شدید حرارت اور تلوار اور باد سموم اور گیروئی سے مارے گا، اور یہ تیرے پیچھے پڑیں رہیں گے جب تک کہ تو فنا نہ ہو جائے۝ اور آسمان جو تیرے سر پر ہے پیتل کا اور زمین جو تیرے نیچے ہے لوہے کی ہو جائے گی۝ خداوند مینہ کے بدلے تیری زمین پر خاک اور دھواں برسائے گا۔ یہ آسمان سے تجھ پر پڑتی رہیں گی جب تک کہ تو ہلاک نہ ہو جائے۝ خداوند تجھ کو تیرے دشمنوں کے آگے شکست دلائے گا، تو ان کے مقابلے کے لیے تو ایک ہی راستہ سے جائے گا اور ان کے سامنے سے سات سات راستوں سے بھاگے گا اور دنیا کی تمام قوموں اور سلطنتوں میں تو مارا مارا پھرے گا۝ اور تیری لاش ہوا کے پرندوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور زمین کے درندوں کی خوراک ہو گی اور کوئی ان کو ہنکا کر بھگانے کو بھی نہ ہو گا ٥
خداوند تجھ کو مصر کے پھوڑوں، بواسیر، کھجلی اور خارش میں ایسا مبتلا کر دے گا کہ تو کبھی
اچھا نہ ہو گا ٥ خداوند تجھ کو جنون، نابینائی اور دل کی گھبراہٹ میں مبتلا کرے گا اور جیسے
اندھا اندھیرے میں ٹٹولتا ہے ویسے ہی تو دوپہر دن میں ٹٹولتا پھرے گا اور تو اپنے
سب دھندوں میں ناکام رہے گا، اور تجھ پر ہمیشہ ظلم ہی ہو گا اور تو لٹتا ہی رہے گا،
اور کوئی نہ ہو گا جو تجھ کو بچائے ٥ عورت سے تو منگنی کرے گا لیکن دوسرا اس سے
مباشرت کرے گا، تو گھر بنائے گا لیکن اس میں بسنے نہ پائے گا ٥ تو تاکستان لگائے گا
پر اس کا پھل استعمال نہ کرے گا ٥ تیرا بیل تیری آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جائے گا
پر تو اس کا گوشت نہ کھانے پائے گا۔ تیرا گدھا تجھ سے جبری چھین لیا جائے گا اور تجھ
کو پھر نہ ملے گا۔ تیری بھیڑیں تیرے دشمنوں کے ہاتھ لگیں گی اور کوئی نہ ہو گا جو تجھ کو بچائے ٥
تیری بیٹیاں اور بیٹے دوسری قوموں کو دئیے جائیں گے اور تیری آنکھیں دیکھیں گی
اور سارے دن ان کے لیے ترستی رہ جائیں گی اور تیرا کچھ بس نہ چلے گا ٥ تیری زمین
کی پیداوار اور تیری ساری کمائی کو ایک ایسی قوم کھائے گی جس سے تو واقف نہیں
اور تو سدا مظلوم اور دبا رہے گا ٥ یہاں تک کہ ان باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر
دیوانہ ہو جائے گا ٥ خداوند تیرے گھٹنوں اور ٹانگوں میں ایسے پھوڑے پیدا کرے گا کہ
تو ان سے پاؤں کے تلوؤں سے لے کر سر کی چاندی تک شفا نہ پا سکے گا ٥ خداوند تجھ
کو اور تیرے بادشاہ کو جسے تو اپنے اوپر مقرر کرے گا، ایک ایسی قوم کے بیچ لے جائے گا
جسے تو اور تیرے باپ دادا جانتے بھی نہیں، اور وہاں تو اور معبودوں کی جو محض لکڑی اور
پتھر ہیں، عبادت کرے گا اور ان سب قوموں میں جہاں جہاں خداوند تجھ کو پہنچائے گا
تو باعث حیرت، ضرب المثل اور انگشت نما بن جائے گا ٥ تو کھیت میں بہت سا بیج
لے جائے گا لیکن تھوڑا سا جمع کرے گا کیونکہ ٹڈی اسے چاٹ لے گی ٥ تو تاکستان
لگائے گا اور ان پر محنت کرے گا لیکن نہ تو اسے پینے پائے گا اور نہ انگور جمع کرنے
پائے گا کیونکہ ان کو کیڑے کھائیں گے ٥ تیرے سب حدود میں زیتون کے درخت

© rasailojaraid.com

لگے ہوں گے پر تو ان کا تیل نہیں لگانے پائے گا کیونکہ تیرے زیتون کے درختوں کا پھل جھڑ جائے گا ○ تیرے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوں گی پر وہ سب تیرے نہ رہیں گے کیوں کہ وہ اسیر ہو کر چلے جائیں گے ○ تیرے سب درختوں اور تیری زمین کی پیداوار پر ٹڈیاں قبضہ کریں گی ○ پردیسی جو تیرے درمیان ہوگا وہ تجھ سے بڑھتا اور سرفراز ہوتا جائے گا پر تو پست ہوتا جائے گا ○ وہ تجھ کو قرض پر قرض دے گا لیکن تو اسے قرض نہ دے سکے گا ○ وہ سر ہوگا اور تو دم ٹھہرے گا۔ اور چونکہ خداوند اپنے خدا کے ان حکموں اور آئین پر جن کو اس نے تجھ کو دیا ہے عمل کرنے کے لیے اس کی بات نہیں سنے گا اس لیے یہ سب لعنتیں تجھ پر آئیں گی اور تیرے پیچھے پڑیں گی اور تجھ کو لگیں گی جب تک تیرا ستیاناس نہ ہو جائے۔"[١٣]

لیکن یہ عجیب سانحہ رہا کہ یہود ان تفصیلی احکام و قوانین کو پا لینے کے باوجود خدا کی نافرمانی سے باز نہ آئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی قوم دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی مغضوب اور مقہور قوم بن گئی۔

اس قوم کی خود فراموشیوں اور بداعمالیوں کا حال یسعیاہ نبی کی زبان سے سنئے:

"اے خطاکار گروہ، بدکاری سے لدی ہوئی قوم، بدکرداروں کی نسل، مکار اولاد جنہوں نے خداوند کو ترک کیا، اسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اور گمراہ و برگشتہ ہو گئے..... وفادار بستی کیسی بدکار ہو گئی۔ وہ تو انصاف سے معمور تھی اور راستبازی اس میں بستی تھی لیکن اب خونی رہتے ہیں۔ تیری چاندی میلی ہو گئی، تیری مے میں پانی مل گیا، تیرے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رشوت خور و رشوت دوست اور انعام کا طالب ہے۔ وہ یتیموں کا انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی۔"[١٤]

آگے باب ۱۰ میں یہی بات ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

"ان پر افسوس جو بے انصافی سے فیصلے کرتے ہیں اور ان پر ظلم سے روبکاریں لکھتے ہیں ○ تاکہ مسکینوں کو عدالت سے محروم کر دیں اور جو لوگوں میں محتاج ہیں ان کا حق چھین لیں اور بیواؤں کو لوٹیں اور یتیم ان کا شکار ہوں۔"[١٥]

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یرمیاہ نبی کی زبان سے ان کی تردامنیوں اور بدکرداریوں کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے:

"میں تجھے کیوں کر معاف کروں۔ تیرے فرزندوں نے مجھے چھوڑا اور ان کی قسم کھائی جو خدا نہیں ہیں۔ جب میں نے ان کو سیر کیا تو انھوں نے بدکاری کی اور پرے باندھ کر قحبہ خانوں میں اکٹھے ہوئے ٥ وہ پیٹ بھرے گھوڑوں کی مانند ہو گئے۔ ہر ایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر ہنہنانے لگا۔ خداوند فرماتا ہے کیا میں ان باتوں کے لیے ان کو سزا نہ دوں گا اور کیا میری روح ایسی قوم سے انتقام نہ لے گی"۔[۲۶]

یہودی قوم ایمان و عمل صالح کے ان محدود تقاضوں کو بھی پورا نہ کر سکی۔ اس کے بجائے اس نے چند ظاہری اعمال و رسوم ہی کو اصل دین سمجھا اور خیال کیا کہ نذر، قربانی، ختنہ اور تورات خوانی جیسے چند محدود مذہبی اعمال اس کے لیے دین داری کے تقاضوں کو پورا کرنے اور خدا کو خوش کرنے کے لیے کافی ہوں گی۔ اس خوش فہمی کا ازالہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"مجھ میں بدکرداروں کے ساتھ عید کی برداشت نہیں، میرے دل کو تمہارے نئے چاندوں اور تمہاری مقررہ عیدوں سے نفرت ہے، وہ مجھ پر بار ہیں، میں ان کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جب تم اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے تو میں تم سے آنکھیں پھیر لوں گا، ہاں جب تم دعا پر دعا کرو گے تو میں نہ سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ تو خون آلودہ ہیں اپنے ہاتھوں کو دھو، اپنے کو پاک کر، اپنے برے کاموں کو میری آنکھوں کے سامنے سے دور کر، بدفعلی سے باز آ، نیکوکاری سیکھو، انصاف کے طالب بنو، مظلوم کی مدد کرو، یتیموں کی فریاد رسی کرو، بیواؤں کے حامی بنو"۔[۲۷]

اناجیل میں ایمان و عمل کا تصوّر

اناجیل میں جہاں تک اجزائے ایمان کا تعلق ہے ہم کو توحید، رسالت اور آخرت کا کسی حد تک واضح تصوّر ملتا ہے۔ اگرچہ عیسائیوں نے جگہ جگہ باپ اور بیٹے کی مصطلحات استعمال کر کے توحید اور رسالت کے حقیقی مفہوم کو دھندلا کر دیا ہے لیکن ہلکے سے غور و فکر سے حقیقت کا روئے تاباں صاف نظر آجاتا ہے۔ متی میں ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"پھر ابلیس اسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور اس کی شان و شوکت اسے دکھائی اور اس سے کہا: اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے بخش دوں گا ٥ یسوع نے اس سے کہا: اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر"۔ ۱۸؎

یوحنا میں ایک جگہ خدائے واحد کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے، جانیں"۔ ۱۹؎

اناجیل میں آج بھی متعدد ایسی عبارتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود کو ایک بشر سمجھتے تھے اور ایک نبی کی حیثیت ہی سے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے اور اسی چیز پر لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے مثلاً ایک جگہ آیا ہے:

"اس وقت یسوع نے کہا، اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں ٥ ہاں اے باپ کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا ٥ میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوا بیٹے کے اور اس کے جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے ٥ اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو! سب میرے پاس آؤ، تم کو میں آرام دوں گا ٥ میرا جوا اپنے اوپر اٹھا لو اور مجھ سے سیکھو، کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن، تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی ٥ کیوں کہ میرا جوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا"۔ ۲۰؎

انجیل ہی میں ایک دوسری جگہ صاف لفظوں میں آنجناب کا یہ اعتراف موجود ہے:

"یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا"۔ ۲۱؎

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ خود کو ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی اور اس کے کلام کا پابند بنا کر پیش کیا، فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"جو مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے پر ایمان لاتا ہے ۵ اور جو مجھے دیکھتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو دیکھتا ہے ۵ میں نور ہو کر دنیا میں آیا ہوں تاکہ جو کوئی مجھ پر ایمان لائے اندھیرے میں نہ رہے ۵ اگر کوئی میری باتوں کو سن کر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں ۵ جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے والا ہے یعنی جو کلام میں نے کیا ہے آخری دن وہی اسے مجرم ٹھہرائے گا ۵ کیوں کہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا ہے بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اسی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں ۵ اور میں جانتا ہوں کہ اس کا حکم ہمیشہ کی زندگی ہے۔

پس جو کچھ اور جس طرح باپ نے مجھ سے فرمایا ہے اسی طرح کہتا ہوں"۔[۲۲]

ابتدا میں لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف خدا کا ایک پیغمبر اور بشر سمجھتے تھے جیسا کہ خود انجیل کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر:

"لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے اور خدا کی تمجید کرنے لگے جس نے آدمی کو ایسا اختیار بخشا"[۲۳]

لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک باقی نہ رہی، کچھ تو جہالت کی وجہ سے اور کچھ اس لیے بھی کہ اس وقت فلسطین رومی سلطنت کا ایک حصہ تھا اور سلطنت کا مذہب اصنام پرستی تھا چنانچہ رومی سپاہیوں اور جاہل عوام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا، کیونکہ ان کی سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا کہ ایک آدمی سے وہ محیّر العقول معجزات صادر ہو سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہو رہے تھے۔ اس صورت حال نے آنجناب کو مضطرب کر دیا۔ آپ نے برملا مختلف مواقع پر عوام اور خواص دونوں کے اس گمراہ کن خیال کی تردید فرمائی۔

موجودہ اناجیل تو اس سلسلے میں خاموش ہیں کیونکہ عیسائی خود اس گمرہی کا شکار ہیں اس لیے انھوں نے بالقصد اناجیل سے ایسی تمام عبارتوں کو حذف کر دیا جن سے ان کے مشرکانہ خیالات و عقائد کی تردید ہوتی تھی اور اس کی جگہ باپ اور بیٹے کے الفاظ اور بعض عبارتوں کو بڑھا کر اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوششیں کیں، لیکن اہل نظر سے حقیقت حال مخفی نہیں۔

اس سلسلے میں سب سے اہم کتاب انجیل برنباس ہے۔ یہ کتاب آج عیسائی دنیا میں مستند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تسلیم نہیں کی جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک خاص حواری برناباس کی لکھی ہوئی ہے جو آخر وقت تک آپ کے ساتھ رہے اور تمام احوال و واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔

اس انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دور میں اپنی ذات کے سلسلے میں پھیلی ہوئی گمراہی سے سخت رنجیدہ و ملول تھے۔ اس عہد کے عوام آپ کے متعلق جس قسم کے خیالات رکھتے تھے اس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

"پس جس وقت لوگوں نے یسوع کو پہچانا وہ چلانے لگے "اے ہمارے اللہ تو خوب آیا اور وہ اس کو سجدہ کرنے لگے جیسے کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں"۔[۲۴]

یہ تو عوام کا حال تھا اس بداعتقادی اور گمراہی سے مذہبی طبقہ بھی محفوظ نہ تھا، ایک کاہن کا یہ عبرت انگیز حال ملاحظہ فرمائیں:

"تب یسوع تعظیم کے ساتھ کاہن کے نزدیک آیا مگر یہ ارادہ کر رہا تھا کہ یسوع کو سجدہ کرے ○ پس یسوع نے اونچی آواز سے کہا: خبردار! اے اللہ کے کاہن تو یہ کیا کر رہا ہے، خدا کا گناہ نہ کر۔ کاہن نے جواب میں کہا: تحقیق یہودیہ تیری نشانیوں اور تعلیم کے سبب سے بے چین ہوگئی ہے۔ وہ سب آدمی کھلے طور پر کہہ رہے ہیں کہ تو ہی خدا ہے"۔[۲۵]

کاہن کا یہ جواب سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پورے مجمع کو اس طرح خطاب فرمایا:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اے اسرائیلیو بڑی گمراہی میں پڑ گئے ہو اس لیے کہ تم نے مجھ کو خدا کہا ہے درانحالیکہ میں ایک انسان ہوں، اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ مقدس شہر پر کوئی وبا نازل کر دے اور اس کو غیر ملک والوں کے حوالے کر دے تاکہ وہ اسے غلام بنائیں ○ جس شیطان نے تم کو اس بات کے ساتھ فریب دیا ہے اس پر ہزاروں لعنتیں ہوں"○ جس وقت یسوع نے یہ بات کہی اس نے اپنے چہرہ پر دو تھپڑ مارے۔ پس اس کے بعد بڑی ہی فریاد اور گریہ وزاری کی کیفیت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ کسی نے وہ بات نہیں سنی جو کہ یسوع نے کہی تب اسی سبب سے یسوع نے دوسری دفعہ اپنا ہاتھ چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بلند کیا ○ اور جب قوم کا رونا دھونا کا تو اس نے دوبارہ کہا "میں آسمان کے سامنے گواہی دیتا ہوں اور تمام چیزیں جو زمین پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں ان کو گواہ بناتا ہوں کہ تحقیق میں ان سب باتوں سے بری ہوں جو کہ تم نے کہیں ٥ اس لیے کہ میں ایک آدمی ہوں، ایک فنا ہو جانے والی عورت سے پیدا ہوا ہوں اور اللہ کے حکم کا نشان ہوں۔ تمام دوسرے آدمیوں کی طرح کھانے اور سونے کی تکالیف انگیز کرتا ہوں اور سردی و گرمی کی آفات برداشت کرتا ہوں ٥ اس لیے جس وقت اللہ آئے گا تاکہ وہ اپنی مخلوق کا محاکمہ کرے تو اس وقت میرا کلام ایک کاٹنے والی تلوار کے مانند ہوگا جو ہر ایسے شخص کو چیر ڈالے گا جو یہ ایمان رکھتا ہو کہ میں (یسوع) انسان سے کچھ زیادہ ہوں۔[۲۶]

توحید و رسالت کے باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان تعلیمات کو جس شخص نے سب سے زیادہ شرک سے آلودہ کیا وہ سینٹ پال ہے۔ یہ شخص یہودی تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں آپ کا جانی دشمن اور آپ کی تعلیمات کا منکر تھا۔ آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ شخص عیسائی ہوگیا اور دین عیسوی کے نشر و اشاعت میں سرگرم عمل ہوگیا۔ اشاعت دین ہی کی غرض سے یہ شخص شام چلا گیا جو اس وقت رومی سلطنت کا ایک حصہ تھا اور جہاں یونانی عقائد (اصنام پرستی) کے ماننے والے آباد تھے۔ اس شخص نے نہایت چالاکی سے دین عیسوی کو مقبول بنانے کے لیے یونانیوں کے اصنام پرستانہ عقائد کو اپنے مذہب میں شامل کر لیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا جسدی ظہور قرار دیا اور وہ تمام صفات و اوصاف آپ کی طرف منسوب کر دیئے جو صرف خدائے واحد کے لیے سزاوار تھے۔ چونکہ احکام و آئین موسوی کا اتباع مشرکوں کے لیے باعث تکلیف اور وجہ ناگواری تھا اس لیے شریعت موسوی کو الہام کی بنیاد پر یہ کہہ کر منسوخ کر دیا کہ اب اس کی ضرورت نہیں۔

اس شخص نے ایمان و عمل میں بھی تفریق کر دی اور عقیدۂ کفارہ ایجاد کر کے صرف بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لانے کو نجات کے لیے کافی قرار دیا۔ غرض یہ کہ دین عیسوی کے نام پر ایک بالکل نیا دین ایجاد کر ڈالا جس میں اسرائیلی اور یونانی مشرکانہ تعلیمات مخلوط تھیں۔ عقیدۂ تثلیث اور عقیدۂ کفارہ اس نئے دین کے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے تھے۔ انھیں عقائد کو بعد کے ادوار میں مصری اور یونانی فلسفہ کی مدد سے علمی انداز میں پیش کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عقیدۂ تثلیث اور عقیدۂ کفارہ، فلسفیانہ انداز و آہنگ میں مشرکانہ تعلیمات کی صدائے بازگشت ہیں اور آج تک انہی مشرکانہ عقائد کی تشریح و تاویل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں عیسائی ارباب علم وخرد، عقل وفکر کی ساری قوتیں صرف کر رہے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ توجہ باپ اور بیٹے کی اصطلاحات پر صرف کی گئی اور اسے وہ معنی پہنائے گئے جس نے دین عیسوی میں تمام اعتقادی اور عملی گمراہیوں کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی نہ تھے جنھوں نے باپ اور بیٹے کے الفاظ استعمال کیے بلکہ یہ پہلے سے انبیاء بنی اسرائیل کے صحائف میں مستعمل چلے آرہے تھے اور اس سے ان کا مقصود صرف خدا اور اس کے بندوں کے درمیان پائے جانے والے تعلق کو ظاہر کرنا تھا۔ گویا باپ اور بیٹے کے الفاظ ایک استعارہ تھے جن سے خالق ومخلوق یا بندہ ورب کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو نمایاں کیا جاتا تھا یہ دوسری بات ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کے باہمی ربط وتعلق کی وضاحت کے لیے یہ استعارہ بجائے خود ناکافی تھا، لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ توریت کا یہ ایک معروف اسلوب کلام تھا۔ اس کی متعدد مثالیں آج بھی تورات کے صحائف کے اندر موجود ہیں۔ یہاں ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ سموئیل میں ہے:

> "اور جب تیرے دن پورے ہو جائیں گے اور تو اپنے باپ دادا کے ساتھ سو جائے گا تو میں تیرے بعد تیری نسل کو جو تیرے صلب سے ہوگی کھڑا کر کے اس کی سلطنت قائم کروں گا۔ وہی میرے نام کا گھر بنائے گا اور میں اس کی سلطنت کا تخت ہمیشہ کے لیے قائم کروں گا۔ اور میں اس کا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا۔"[۲۷]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل انبیاء بنی اسرائیل جیسا کہ اوپر بیان ہوا، ان الفاظ کا عام طور پر استعمال کرتے تھے، لیکن ان سے حقیقی باپ اور بیٹے کا مفہوم انھوں نے کبھی مراد نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہود میں ہر طرح کی گمراہی کے باوجود انھوں نے اپنے کسی نبی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی حقیقی معنوں میں باپ نہیں سمجھا۔ جب وہ اپنے لیے بھی اس لفظ کا استعمال کرتے تھے تو مجازی ہی معنی میں، خود قرآن مجید میں ان کا یہ قول موجود ہے: نَحْنُ اَبْنٰٓءُ اللّٰهِ (ہم اللہ کے بیٹے ہیں) اس سے ان کا مقصود جیسا کہ اس کے بعد کی آیت سے بالکل واضح ہے، خدا سے اپنے قرب خاص کا اظہار کرنا تھا نہ کہ وہ حقیقت میں خود کو خدا کی صلبی اولاد سمجھتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اناجیل میں جہاں ابن اللہ کا لفظ آیا ہے وہ دراصل عبداللہ (اللہ کا بندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جہاں ہمارا باپ اور تمہارا باپ کے الفاظ ہیں وہ ربّی ور بکم (میرا رب اور تمہارا رب ہے) علامہ حمید الدین فراہیؒ نے لکھا ہے کہ عبرانی زبان میں ابن کا لفظ دو معنوں میں مستعمل ہے ایک نسبت کے لیے مثلاً ابن السبیل، ابن اللیل، ابن حج، ابن حول وسنتہ وغیرہ دوسرے عبد کے معنی میں مثلاً الرجل، الفتی اور الغلام[۲۸]

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے لیے رب کے لفظ کے استعمال کو سختی کے ساتھ منع کر دیا تھا، ایک جگہ علماء یہود پر ان لفظوں میں تنقید فرماتے ہیں:

"وہ دعوتوں میں صدر نشینی اور مجامع میں اعلیٰ درجہ کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام وتحیات کو پسند کرتے ہیں اور یہ بھی خواہش رکھتے ہیں کہ لوگ انھیں "ربّی" کہہ کر پکاریں۔ لیکن تم مجھے ربّی کہہ کر نہ پکارو اس لیے کہ تمہارا رب ایک ہے، مسیح اور تم سب بھائی ہو۔ اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو رب کے لفظ سے نہ پکارو اس لیے کہ تمہارا رب ایک ہے جو آسمانوں میں ہے، اور ایک دوسرے کو معلّم بھی نہ کہو کیونکہ تمہارا معلّم ایک ہے یعنی مسیح۔ تم میں سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ خدمت گزار ہے"[۲۹]

مسیح علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا:

"اے معلم صالح، میں کون سا کام کروں تاکہ مجھے حیات جاوداں مل جائے"۔ آپ نے فرمایا: تو مجھے صالح کیوں کہتا ہے، صالح صرف ایک ہے اور وہ اللہ ہے۔ لیکن تم حیات سرمدی چاہتے ہو تو شرائع پر عمل کرو"۔[۳۰]

حضرت مسیح علیہ السلام نے صالح کے لفظ پر اس لیے اعتراض فرمایا کہ دراصل رب کے لفظ کا ترجمہ تھا[۳۱] ان تعلیمات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر ممکن طریقے سے شرک کا استیصال کیا اور اپنے مخاطبین کو توحید خالص کی تعلیم دی تھی کہ اس باب میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اپنے لیے ان الفاظ کے استعمال کو بھی پسند نہ فرمایا جو اس وقت یہودی احبار (علماء) کے لیے زبان زد خاص و عام تھے تاکہ توحید کا چشمۂ صافی کسی غلط خیال کی آمیزش سے آلودہ نہ ہونے پائے لیکن ان تمام احتیاطوں کے باوجود عیسائی قوم نے اب اور ابن (باپ بیٹے) کے الفاظ کو آپ کے لیے نہ صرف استعمال کیا بلکہ آپ کو ان کا حقیقی مدلول بھی ٹھہرایا نتیجے کے طور پر خود کو ایک فتنۂ عظیم میں مبتلا کر لیا اور آج تک اس میں مبتلا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اناجیل میں روز آخرت کا تصور تمثیلات کے پیرائے میں ملتا ہے۔ وقوع قیامت کے وقت نظام ارض وسما کی شکست وریخت کے متعلق اناجیل کا بیان کسی حد تک قرآن مجید سے ملتا جلتا ہے البتہ قرآن مجید میں اس دن کی شدت وہولناکی اور زہرہ گدازی کو جس انداز والفاظ میں مکرر بیان کیا گیا ہے اناجیل اس سے خالی ہیں۔ اناجیل کے بیان کے مطابق وقوع قیامت سے پہلے بعض آفات ارضی وسماوی کا ظہور ہوگا اور اس کے بعد ہی آسمانی نظام درہم برہم ہوگا، مثلاً ایک جگہ آیا ہے۔

"ان دنوں کی مصیبتوں کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی"۔[۲۵]

اناجیل میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اس دن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے، وہ دن اچانک اس طرح سے آجائے گا کہ لوگ اس کی طرف سے بے خبر اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے۔ اس دن کے ہولناک مصائب سے صرف اسی آدمی کو امان ملے گی جس کا قلب اپنے خالق ومالک کی یاد سے غافل وبے پرواہ نہ ہوگا۔ ان باتوں کو انجیل کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے اور نہ بیٹا مگر صرف باپ ○ جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم کے آنے کے وقت ہوگا ○ کیونکہ جس طرح طوفان سے پہلے کے دنوں میں لوگ کھاتے پیتے اور بیاہ شادی کرتے تھے اس دن تک کہ نوح کشتی میں داخل ہوا ○ اور جب تک طوفان آکر ان سب کو بہا نہ لے گیا ان کو خبر نہ ہوئی اسی طرح ابن آدم کا آنا ہوگا ○ اس وقت دو آدمی کھیت میں ہوں گے ایک لے لیا جائے گا اور دوسرا چھوڑ دیا جائے گا ○ دو عورتیں چکی پیستی ہوں گی ایک لے لی جائے گی اور دوسری چھوڑ دی جائے گی ○ پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا خداوند کس دن آئے گا ○ لیکن یہ جان رکھو کہ اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا کہ چور رات کے کون سے پہر آئے گا تو جاگتا رہتا اور اپنے گھر میں نقب نہ لگانے دیتا ○ اس لیے تم بھی تیار رہو کیوں کہ جس گھڑی تم کو گمان بھی نہ ہوگا ابن آدم آجائے گا ○ پس وہ دیانت دار اور عقل مند نوکر کون ہے جسے مالک نے اپنے نوکروں چاکروں پر مقرر کیا تاکہ وقت پر ان کو کھانا دے ○ مبارک ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ نوکر جسے اس کا مالک آکر ایسا ہی کرتا پائے ٥ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنے
سارے مال کا مختار کر دے گا ٥ لیکن اگر وہ خراب نوکر اپنے دل میں یہ کہہ کر کہ میرے
مالک کے آنے میں ابھی دیر ہے ٥ اپنے ہم خدمتوں کو مارنا شروع کر دے اور شرابیوں
کے ساتھ کھائے پیئے ٥ تو اس نوکر کا مالک ایسے دن کہ وہ اس کی راہ نہ دیکھتا ہو اور
ایسی گھڑی کہ وہ نہ جانتا ہو، آموجود ہوگا اور خوب کوڑے مار کر اس کو ریاکاروں میں شامل
کرے گا وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا''۔[۳۳]

اناجیل میں جزا و سزا کا تصور بھی موجود ہے۔ اناجیل کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن متعین ہے جہاں ہر شخص کے ایک ایک قول اور ایک ایک فعل کا محاسبہ ہوگا اور بے لاگ طریقے سے صادق و کاذب اور راست باز اور شریر انسانوں میں تفریق کر دی جائے گی، ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو نکمی بات لوگ کہیں گے عدالت کے دن اس کا حساب
دیں گے ٥ کیونکہ تو اپنی باتوں کے سبب سے راست باز ٹھہرایا جائے گا اور اپنی باتوں
کے سبب سے قصور وار ٹھہرایا جائے گا"۔[۳۴] ٥

یوم آخرت یعنی جزا و سزا کے دن کو اناجیل میں آسمانی بادشاہی سے تعبیر کیا گیا ہے[۳۵]۔ اس آسمانی بادشاہی کی اصل حقیقت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے متعدد تمثیلات کے ذریعہ بیان فرمایا ہے، ایک تمثیل میں فرماتے ہیں:

"آسمان کی بادشاہی اس آدمی کی مانند ہے جس نے کھیت میں اچھا بیج بویا ٥ مگر لوگوں
کے سوتے میں اس کا دشمن آیا اور گیہوں میں کڑوے دانے بھی بو گیا ٥ پس جب
پتیاں نکلیں اور بالیں آئیں تو وہ کڑوے دانے بھی دکھائی دیئے ٥ گھر کے مالک
کے نوکروں نے آکر اس سے کہا: اے خداوند کیا تو نے اپنے کھیت میں اچھا
بیج نہ بویا تھا؟ اس میں کڑوے دانے کہاں سے آگئے۔ ٥ اس نے ان سے کہا
یہ کسی دشمن نے کیا ہے۔ نوکروں نے اس سے کہا تو کیا چاہتا ہے کہ ہم جا کر ان کو جمع
کریں ٥ اس نے کہا نہیں، ایسا نہ ہو کہ کڑوے دانے جمع کرنے میں تم ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیہوں بھی اکھاڑ لو ○ کٹائی تک دونوں کو اکٹھا بڑھنے دو اور کٹائی کے وقت میں کاٹنے والوں سے کہہ دوں گا کہ پہلے کڑوے دانے جمع کر لو اور جلانے کے لیے ان کے گٹھے باندھ لو اور گیہوں میرے کھیت میں جمع کر دو۔"[۳۶]

اس تمثیل کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اچھے بیج کا بونے والا ابن آدم ہے ○ اور کھیت دنیا ہے اور اچھا بیج بادشاہی کے فرزند اور کڑوے دانے اس شریر کے فرزند ہیں ○ جس دشمن نے ان کو بویا وہ ابلیس ہے اور کٹائی دنیا کا آخر ہے اور کاٹنے والے فرشتے ہیں ○ پس جس طرح کڑوے دانے جمع کیے جاتے ہیں اور آگ میں جلائے جاتے ہیں اسی طرح دنیا کے آخر میں ہوگا ○ ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزوں اور بدکاروں کو اس کی بادشاہی میں سے جمع کریں گے ○ اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے۔ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا ○ اس وقت راست باز اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند چمکیں گے، جس کے کان ہوں وہ سن لے۔"[۳۷]

ایک دوسری تمثیل میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

"آسمان کی بادشاہی اس بڑے جال کی مانند ہے جو دریا میں ڈالا گیا اور اس نے ہر قسم کی مچھلیاں سمیٹ لیں ○ اور جب بھر گیا تو اسے کنارے پر کھینچ لائے اور بیٹھ کر اچھی اچھی مچھلیوں کو تو برتنوں میں جمع کر لیا اور جو خراب ہوں انھیں پھینک دیں ○ دنیا کے آخر میں ایسا ہی ہوگا۔ فرشتے نکلیں گے اور شریروں کو راستبازوں سے جدا کریں گے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے ○ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔"[۳۸]

عمل

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عیسائیت میں اصل اہمیت صرف ایمان کو حاصل ہے اور عمل صالح کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے اور فلاح و نجات اخروی کا مدار بھی اعمال کے بجائے صرف ایمان پر ہے اس سلسلے میں مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یہاں ایک خاص نکتہ ہے جس کو سمجھے بغیر آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ یہود نے سب سے زیادہ اہمیت رسم و رواج کو دی تھی اور عیسائیوں نے اس کے برخلاف صرف ایمان پر نجات و فلاح کا مدار رکھا ہے چنانچہ حواریوں کے خطوط اور ملفوظات میں اس تعلیم کو بہت کچھ نمایاں کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ عمل نہیں بلکہ صرف ایمان نجات کا ذریعہ ہے۔ اسلام کی پہلی تکمیلی شان اس بارہ میں یہ ہے کہ وہ دونوں کی اصلاح کر کے ان دونوں کو جمع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نجات نہ تنہا ایمان اور نہ تنہا عمل پر بلکہ ایمان صحیح اور عمل صالح کی جامعیت پر موقوف ہے۔" ۳۹

مجھے حیرت ہے کہ مولانا جیسے متبحر عالم نے ایسی بے دلیل بات کیسے لکھ دی۔ عہد حاضر کے عیسائی علماء تو بے شک ایمان ہی پر نجات اُخروی کو موقوف قرار دیتے ہیں لیکن اس بات کی تائید نہ تو اناجیل سے ہوتی ہے اور نہ ہی حواریوں کے خطوط اور ملفوظات سے۔

اناجیل کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایمان و عمل دونوں یکساں اہمیت رکھتے ہیں اور بغیر عمل صالح کے روز آخرت نجات ممکن نہیں ہے۔ ایک یہودی نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ اے استاد میں کون سی نیکی کروں کہ حیات جاوداں پالوں۔ آپ نے فرمایا:

"تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے، نیک تو ایک ہی ہے لیکن اگر تو حیات جاوداں چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر ٥ اس نے کہا کون سے حکموں پر؟ یسوع نے کہا یہ کہ خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے ٥ اپنے ماں باپ کی عزت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ ٥ اس جوان نے کہا کہ میں نے ان سب باتوں پر عمل کیا ہے اب مجھ میں کس بات کی کمی ہے؟ ٥ یسوع نے اس سے کہا، اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر میرے پیچھے ہولے ٥ مگر وہ جوان یہ بات سن کر غمگین ہوا اور چلا گیا کیونکہ وہ مالدار تھا۔" ۴۰

اناجیل میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ آسمان کی بادشاہی یعنی جنت کی حیات جاوداں اسی کو حاصل ہوگی جو صرف زبان سے خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ عمل سے بھی اپنے صادق مومن ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ حقیقی مومن وہی ہے جو اپنے نفس کی مرضی کے بجائے خدا کی مرضی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر چلتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ ہے:

"جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمانی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے ٥ اس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟ اس وقت میں ان سے صاف کہہ دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ ٥ پس جو کوئی میری یہ باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا ٥ اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر پر ٹکریں لگیں لیکن وہ نہ گرا کیونکہ اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھی ٥ اور جو کوئی میری یہ باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ اس بے وقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے ریت پر اپنا گھر بنایا ٥ اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہنچایا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا۔"[۱۱]

ایک دوسرے موقعہ پر ہے:

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں ٥ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ بھی توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے ٥ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا۔ وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔"[۱۲]

سچی محبت کی بنیاد عمل یعنی فرماں برداری پر ہے۔ اگر فرماں برداری نہیں تو ایسی محبت ناقابلِ اعتبار ہے۔ اگر ایک آدمی اپنے والدین سے سچی محبت کرتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی خدمت کے لیے کہیں اور انکار کر جائے۔ سچی محبت کی کسوٹی یہی ہے کہ محبت کرنے والا محبوب کی مرضیات کا پابند ہو جائے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ محبت ریاکاری کے سوا اور کچھ نہیں، جیسا کہ یسعیاہ نبی نے فرمایا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یہ اُمت زبان سے تو میری عزت کرتی ہے مگر ان کا دل مجھ سے دور ہے"[۴۳]

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے متعدد خطبات میں عمل کو سچی محبت کی علامت قرار دیا ہے۔

"اگر کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے تو وہ میرے کلام پر عمل کرے گا اور میرا باپ اس سے محبت رکھے گا اور ہم اس کے پاس آئیں گے اور اس کے ساتھ سکونت کریں گے ○ اور جو میرے کلام پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے محبت نہیں رکھتا۔ اور جو کلام تم مجھ سے سنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے"[۴۴]

دوسری جگہ ہے:

"اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا۔ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تیرے ساتھ رہے گا"[۴۵]

یہی بات ایک اور جگہ تمثیل کے پیرایہ میں کہی گئی ہے:

"انگور کا حقیقی درخت میں ہوں اور میرا باپ باغبان ہے ○ جو ڈالی مجھ میں ہے اور پھل نہیں لاتی اسے وہ کاٹ ڈالتا ہے اور جو پھل لاتی ہے اسے چھانٹتا ہے تاکہ زیادہ پھل لائے ○ اب اس کلام کے سبب سے جو میں نے تم سے کیا ہے پاک ہو ○ تم مجھ میں قائم رہو اور میں تم میں جس طرح شاخ اگر انگور کے درخت کے ساتھ قائم نہ رہے تو وہ پھل نہیں لا سکتی اسی طرح اگر تم مجھ میں قائم نہ رہو گے تو پھل نہیں لا سکتے ○ میں انگور کا درخت ہوں تم اس کی ڈالیاں ہو ○ جو مجھ میں قائم رہتا ہے اور میں اس میں وہ بہت پھل لاتا ہے کیونکہ مجھ سے جدا ہو کر تم کچھ نہیں کر سکتے ○ اگر کوئی مجھ میں قائم نہ رہے تو وہ ڈالی کی طرح پھینک دیا جاتا ہے اور سوکھ جاتا ہے اور لوگ انھیں جمع کر کے آگ میں جھونک دیتے ہیں اور وہ جل جاتی ہیں ○ اگر تم مجھ میں قائم رہو اور میری باتیں تم میں قائم رہیں تو جو چاہو مانگو وہ تمہارے لیے ہو جائے گا ○ میرے باپ کا جلال اسی سے ہوتا ہے کہ تم بہت پھل لاؤ اور جب ہی تم میرے شاگرد ٹھہرو گے ○ جیسے باپ نے مجھ سے محبت کی ویسے ہی میں نے تم سے محبت رکھی۔ تم میری محبت میں قائم رہو ○ اگر تم میرے حکموں پر عمل کرو گے تو میری محبت میں قائم رہو گے جیسے میں نے اپنے باپ کے حکموں پر عمل کیا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی محبت میں قائم ہوں"[۵۶]

حواریوں کے خطوط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایمان و عمل لازم و ملزوم ہیں۔ انھوں نے اپنے شاگردوں کو سب سے زیادہ جس بات کی تعلیم دی وہ ایمان اور عمل صالح ہے۔ حواری یعقوب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

"ساری نجاست اور بدی کے فضلہ کو دور کر کے اس کلام کو صدق دل سے قبول کرلو جو دل میں بویا گیا اور تمہاری روح کو نجات دے سکتا ہے ۰ لیکن کلام پر عمل کرنے والے بنو نہ کہ محض سننے والے جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں ۰ کیونکہ جو کوئی کلام کا سننے والا ہے اور اس پر عمل نہ کرے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو اپنی قدرتی صورت آئینہ میں دیکھتا ہے ۰ اور دیکھ کر چلا جاتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ میں کیسا تھا ۰ لیکن جو شخص آزادی کامل کے ساتھ شریعت کو غور سے دیکھتا ہے وہ اپنے کام میں اس لیے برکت پائے گا کہ سن کر بھولتا نہیں بلکہ عمل کرتا ہے ۰ اگر کوئی اپنے آپ کو دیندار سمجھے اور اپنی زبان کو لگام نہ دے بلکہ اپنے دل کو دھوکا دے تو اس کی دینداری باطل ہے۔ ہماری خدا اور باپ کے نزدیک خالص اور بے عیب دینداری یہ ہے کہ یتیموں اور بیواؤں کی مصیبت کے وقت خبر لے اور اپنے آپ کو دنیا سے بے داغ رکھے"[۵۷]

حواری پطرس اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :

"سب کے سب ایک دل اور ایک دوسرے کے ہمدرد بنو، برادرانہ محبت رکھو، نرم دل اور فروتن بنو ۰ بدی کے عوض بدی نہ کرو، اور گالی کے بدلے گالی نہ دو بلکہ اس کے برعکس برکت چاہو کیونکہ تم برکت کے وارث ہونے کے لیے بلائے گئے ہو"[۵۸]

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں :۔

"تم اپنی طرف سے کمال کوشش کر کے ایمان پر نیکی اور نیکی پر معرفت ۰ اور معرفت پر پرہیزگاری اور پرہیزگاری پر صبر اور صبر پر دینداری ۰ اور دینداری پر برادرانہ الفت اور برادرانہ الفت پر محبت کو بڑھاؤ"[۵۹] ۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواری یوحنا کے ایک خط میں ہے:

"اگر ہم اس کے حکموں پر عمل کریں گے تو اس سے ہمیں معلوم ہو گا کہ ہم اسے جان گئے۔ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اسے جان گیا ہوں اور اس کے حکموں پر عمل نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے اور اس میں سچائی نہیں۔ ہاں جو کوئی اس کے کلام پر عمل کرتا ہے اس میں یقیناً خدا کی محبت کامل ہو گئی ہے۔" [۵۵]

حواریوں کے خطوط اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اناجیل میں ایمان اور عمل صالح دونوں کا وسیع تصور پایا جاتا ہے۔ جو عیسائی علماء صرف ایمان پر نجات اُخروی کا مدار رکھتے ہیں وہ خود اپنی کتاب کے منکر ہیں کیونکہ اناجیل میں جیسا کہ ہم اوپر کی سطروں میں واضح کر چکے ہیں، صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ فلاح و نجات آخرت، ایمان اور عمل دونوں پر موقوف ہے۔

خاتمۂ کلام

سطور بالا میں ہم نے قرآن مجید، تورات اور انجیل کے تصورِ ایمان و عمل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے انصاف کے ساتھ اس کا جائزہ لیا جائے تو اس سے قرآن مجید کی عظمت و بزرگی مسلّم ہو جاتی ہے۔

تورات میں ایمان و عمل کا جو تصوّر ملتا ہے وہ متعدد پہلوؤں سے ناقص ہے۔ اس میں توحید کا تصور یقیناً موجود ہے لیکن بڑی حد تک نامکمل۔ اس کے علاوہ ایمان کے دوسرے اجزا یعنی ایمان بالرسل اور ایمان بالآخرۃ کا اس میں سرے سے کوئی ذکر نہیں۔ احکام و آئین شریعت پر عمل کی تعلیم و تاکید یقیناً پائی جاتی ہے لیکن دین کے دو بڑے حکم یعنی نماز اور زکوٰۃ کے ذکر سے اس کے صفحات خالی ہیں۔ اعمال کی جزا و سزا کا جو تصوّر پیش کیا گیا ہے وہ خالص دنیوی ہے، اخروی جزا و سزا کا اس میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

اناجیل میں ایمان کے اجزائے ترکیبی یعنی توحید، رسالت اور آخرت تینوں کا ذکر ملتا ہے لیکن مجمل طور پر۔ توحید و رسالت کے حقیقی تصوّر کو باپ اور بیٹے کی گمراہ کن اصطلاحوں نے بڑی حد تک دھندلا اور ناقابل فہم بنا دیا ہے۔ اگر ان اصطلاحات کی جگہ عبد اور رب کی قرآنی اصطلاحات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو رکھ دیا جائے تو توحید و رسالت کا تصور بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اناجیل میں تصورِ آخرت کو تمثیلات کے پیرایہ میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے لیکن اس تصوّر میں وہ زور و قوت اور وضاحت نہیں جو قرآنی تصورِ آخرت کی خصوصیت ہے۔ جہاں تک بنیادی احکام کا تعلق ہے ان کا ذکر اناجیل میں ہے اور ان پر عمل کی تلقین بھی کی گئی ہے، لیکن تورات کی طرح ان میں بھی نماز اور زکوٰۃ کا ذکر غائب ہے۔ اس کے علاوہ اعمال کی جزا و سزا کا جو تصوّر پیش کیا گیا ہے وہ خالص اخروی ہے۔

تورات اور انجیل کے برخلاف قرآن مجید میں ایمان و عمل کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ بہت جامع اور مفصّل ہے۔ توحید اور معاد کے تصوّرات کو اس قدر شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس باب میں اس سے زیادہ شرح و تفصیل ممکن نہیں ہے۔ توحید اور معاد کے تصوّرات کو جس طرح انفس و آفاق کے عقلی دلائل سے مزین کیا گیا ہے اس سے تورات اور اناجیل بالکل خالی ہیں۔ رسالت کی حقیقت کو بھی اس انداز و اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ اس سے شرک کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق اصولی احکام کے علاوہ نماز اور زکوٰۃ کی تعلیم کو جو تمام اعمالِ حسنہ کی اصل و اساس ہے، نہایت تاکید، تکرار اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، اعمال کی جزا و سزا کا قرآنی تصور بھی مبنی بر اعتدال ہے، اُخروی جزا و سزا کے ساتھ دنیوی جزا و سزا کو بھی نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن مجید نے دینِ قیّم کے حقیقی خط و خال کو جس طرح کسی ادنیٰ الحاق و اضافے کے بغیر محفوظ رکھا ہے اس سے تورات اور انجیل دونوں ہی کے صفحات یکسر خالی ہیں۔ قرآن مجید کی اس عظمت اور بزرگی کے باوجود یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد یہود و نصاریٰ کے اقوال و اعمال کا اتباع کر رہی ہے اور قرآن کے بیان کردہ ایمان و عمل کے وسیع تر تقاضوں سے غافل ہے۔

حواشی

؎۵ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ "انھیں اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کریں، اطاعت کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، یہی سیدھا اور متوازن دین ہے"۔ (بینہ: ۵)

۲ھ عبدالحمید الفراہی، مفردات القرآن۔ مطبعہ اصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۳۵۸ھ، ص ۲۸، ۲۹

۳ھ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "ایمان وعمل کا قرآنی تصور" ۴ھ خروج باب ۲: ۱ تا ۵۔

۵ھ خروج باب ۲: ۲۲، ۲۳۔ ۶ھ استثنار، باب ۵: ۲۸، ۲۹۔ ۷ھ ایضاً باب ۶: ۲، ۳۔

۸ھ ایضاً باب ۷: ۱۱ تا ۱۳۔ ۹ھ ایضاً باب ۸: ۵، ۶۔ ۱۰ھ خروج، باب ۲: ۱ تا ۱۷

۱۱ھ استثنار، باب ۲۷: ۵ تا ۲۶۔ ۱۲ھ استثنار، باب ۲۹: ۱ تا ۱۰ ۱۳ھ استثنا، باب ۲۹: ۱۵ تا ۴۵

۱۴ھ یسعیاہ، باب ۱: ۲۱ تا ۲۳ ۱۵ھ یسعیاہ، باب ۲: ۱، ۲ ۱۶ھ یرمیاہ: باب ۵: ۷ تا ۹

۱۷ھ یسعیاہ، باب ۱: ۱۳ تا ۱۷۔ ۱۸ھ متی، باب ۷: ۸ تا ۱۱ ۱۹ھ یوحنا، باب ۷: ۳، ۴

۲۰ھ متی، باب ۱۱: ۲۵ تا ۳۰ ۲۱ھ ایضاً باب ۱۳: ۵۸ ۲۲ھ یوحنا باب ۱۲: ۴۴ تا ۵۰

۲۳ھ متی، باب ۹: ۸ ۲۴ھ انجیل برناباس، فصل ۹۲: ۱۷، ۱۸ ۲۵ھ ایضاً فصل ۹۳: ۱۶ تا ۱۸

۲۶ھ انجیل برناباس، فصل ۹۳: ۲ تا ۱۱ ۲۷ھ کتاب سموئیل۔ ۲: ۱۲ تا ۱۴

۲۸ھ مفردات القرآن ص ۱۰ ۲۹ھ متی، باب ۲۳: ۶ تا ۱۲ ۳۰ھ ایضاً باب ۱۹: ۱۷

۳۱ھ مفردات القرآن ص ۱۱۔ ہم نے اوپر کی سطروں میں انجیل متی سے جو دو اقتباسات پیش کیے ہیں وہ علامہ فراہیؒ کی کتاب مفردات القرآن (ص ۱۰، ۱۱) سے ماخوذ ہیں۔ علامہ نے یہ ترجمہ غالباً عبرانی انجیل سے کیا ہے کیونکہ اردو اور انگریزی کے موجودہ تراجم اس سے بالکل مختلف ہیں اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"وہ دعوتوں میں صدر نشینی اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے ربّی کہلانا پسند کرتے ہیں، مگر تم ربّی نہ کہلاؤ کیونکہ تمہارا استاد ایک ہے اور تم سب آپس میں بھائی ہو اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہے جو آسمانوں میں ہے اور نہ تم ہادی کہلاؤ کیونکہ تمہارا ہادی ایک ہی ہے یعنی مسیح)

(متی، باب ۲۳: ۶ تا ۱۱) شائع کردہ، برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور، ۱۹۵۶ء۔

اس اقتباس سے بالکل واضح ہے کہ عیسائیوں نے اناجیل میں فی الواقع لفظی اور معنوی تحریفات کی ہیں۔ علامہ فراہیؒ نے مفردات القرآن (ص ۱۰) میں انجیل سے ایک عبارت نقل کرکے ترجمہ کی غلطیوں کو واضح کیا ہے جس سے اس خیال کی مزید تائید ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۲؎ متی، باب ۲۷ : ۲۹، ۳۰ ۳۳؎ متی، باب ۲۷ : ۳۶ تا ۵۱ ۳۴؎ ایضاً باب ۱۲ : ۳۷

۳۵؎ علامہ حمید الدین فراہیؒ کا خیال ہے کہ آسمانی بادشاہی سے مراد پیغمبر آخر الزماں کی بعثت ہے۔ حضرت عیسی مسیح کی آمد کا مقصد ہی آسمانی بادشاہی یعنی خاتم النبیین کے ظہور کا مژدہ سنانا تھا۔ اسی لیے قرآن مجید میں ان کا وصف مبشر بیان کیا گیا ہے (ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد ، الصف : ۶) ملاحظہ ہو مفردات القرآن ص ۳۸

۳۶؎ متی، باب ۱۲ : ۲۴ تا ۳۰ ۳۷؎ ایضاً : ۳۸ تا ۴۳ ۳۸؎ متی، باب ۱۲ : ۴۷ تا ۵۰

۳۹؎ سیرت النبی ج ۴ ص ۸۸۲ ۴۰؎ متی، باب ۱۹ : ۱۷ تا ۲۲ ۴۱؎ متی، باب ۷ : ۲۱ تا ۲۷

۴۲؎ ایضاً باب ۵ : ۱۷ تا ۲۰ ۴۳؎ ایضاً باب ۱۵ : ۸ ۴۴؎ یوحنا، باب ۱۴ : ۲۴

۴۵؎ ایضاً : ۱۶، ۱۷ ۴۶؎ یوحنا، باب ۱۵ : ۱ تا ۱۰ ۴۷؎ یعقوب کا عام خط، باب ۱ : ۲۱ تا ۲۷

۴۸؎ پطرس کا پہلا عام خط، باب ۲ : ۸ تا ۱۰ ۴۹؎ پطرس کا دوسرا عام خط، باب ۱ : ۵ تا ۷

۵۰؎ یوحنا کا پہلا عام خط، باب ۲ : ۳ تا ۵

استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی کی اوّلین تفسیر

تفسیر سورۃ القیامۃ (جدید ایڈیشن)

یہ کتاب سورہ قیامہ کی تفسیر ہے اور قرآن مجید کے بعض اہم مباحث پر مشتمل ہے۔ مولفؒ نے اس میں قرآن مجید کے بعض مشکل اسالیب سے بحث کی ہے۔ اور پھر ان سب کو کلام عرب اور شواہد قرآن کی روشنی میں تفصیل سے واضح کیا ہے۔

یہ کتاب مولانا فراہی کی اولین تفسیر ہے جو اُن کی حیات ہی میں مطبع فیض عام علی گڑھ سے شائع ہوئی تھی، پھر مؤلفؒ نے نظر ثانی کے دوران متعدد مواقع پر اصلاح وتہذیب کی لیکن بعض موانع کی بنا پر کتاب اب تک شائع نہ ہو سکی تھی۔ دائرہ حمیدیہ نے اسے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ دائرہ سے اس کتاب کا اردو ترجمہ پہلے ہی شائع ہو چکا ہے

قیمت ۷ روپئے

ملنے کا پتہ : دائرہ حمیدیہ۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر۔ اعظم گڑھ۔ یوپی

© rasailojaraid.com